شجاعیہ ٹائمز

انگریزی ہفت روزہ

Urdu Edition/اردو ایڈیشن

7 جولائی 2025ء ☆ تعدادِ صفحات:4 ☆ قیمت:-/10 روپے

Al-Watan Tours & Travels

Hajj & Umrah Group Operator. Domestic & International Air Ticketing and Visa Services

#:Shop No.15, 16, Shujaiya Bazar, Charminar, Hyderabad. Ph: 040-66171244 / 9247772786

ایران۔اسرائیل جنگ

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے جو دینِ حق بھیجا ہے، اس کی بنیادی خصوصیت ہے: عدل، عدل کے معنی ہیں: ہر ایک کے ساتھ انصاف، حق کو قبول کرنا اور ظلم سے نفرت، چاہے وہ کسی انسان یہاں تک کہ جانور یا اللہ تعالیٰ کی کسی اور مخلوق کے ساتھ ہو، یہ دراصل انسان کی فطرت کی آواز ہے؛ اسی لئے ایک شریف انسان ظلم کو دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے اور اس کا دل بے چین ہو جاتا ہے، اگر انسان اس کیفیت سے محروم ہو جائے تو اس کے اور درندہ کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ جائے گا، یہ فرد سے لے کر قوم اور حکومت تک سبھوں کے اخلاق و کردار کو تولنے کا معیار ہے؛ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف اسلوب میں کم سے کم تیس مقامات پر قرآن میں عدل کا حکم دیا ہے، کم ہی کسی اور عمل کی اس درجہ تاکید کی گئی ہے۔

مسلمانوں کو خاص کر ہر شخص اور ہر مخلوق کے ساتھ عدل سے کام لینے اور ہر مظلوم کو ظلم سے بچانے کا حکم فرمایا گیا ہے؛ اگرچہ اس میں مسلمان اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں ہے؛ لیکن مسلمانوں کے ساتھ انسانی رشتوں کے علاوہ ایک دینی رشتہ بھی ہے؛ اس لئے مسلمانوں کو خصوصی طور پر اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں عدل و انصاف سے کام لینے، اس پر ظلم کرنے سے بچنے اور اس کو ظلم سے بچانے کی تعلیم دی گئی ہے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: المسلم اخوالمسلم لایظلمہ، ولا یسلمہ من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ، ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ بھا کربۃ من کرب یوم القیامۃ، ومن ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیامۃ (مسلم شریف)

ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس پر ظلم ہوتا ہوا چھوڑ دیتا ہے، پھر جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں کام آئے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کو پوری فرما دیں گے، اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کر دے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور فرما دیں گے اور جو مسلمان کسی مسلمان کی غلطی کو ڈھانپ دے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ کو ڈھانپ دیں گے۔

مسلمانوں میں یہ مزاج ہمیشہ قائم رہنا چاہئے؛ مگر افسوس کہ آج اُمت اس جذبہ اُخوت سے محروم ہوتی جا رہی ہے، بالخصوص عالمی سطح پر مسلمانوں کی صورت حال نہایت افسوس ناک اور انجام کے اعتبار سے تباہ کن ہے، اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد عالم اسلام پارہ پارہ ہو گیا، اس کو چھوٹی چھوٹی بے وزن اور بے اثر ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیا گیا، اور مغرب نے ایک منصوبہ کے تحت ان کو اس مقام تک پہنچا دیا کہ آج وہ اپنے ملکی مسائل کا فیصلہ بھی اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے، اشیاء کے تبادلہ کے لئے کون سی کرنسی استعمال کریں، اپنے ملک میں صنعتوں کو کس حد تک فروغ دینا ہے، ان کی زمین میں جو قدرتی خزانے ہیں، ان کو کس حد تک نکالنا ہے، اور کس قیمت میں فروخت کرنا ہے، کن ملکوں سے دوستی رکھنی ہے اور کن ملکوں کی دشمنی میں خواہی نخواہی شامل ہونا ہے؟ ان سب میں وہ مغربی طاقت کے دست نگر ہیں، یوں تو پوری امت مسلمہ اس صورت حال سے گزر رہی ہے؛ لیکن اس سلسلہ میں سب سے ابتر صورت حال عالم عرب کی ہے، اور شاید ان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا ہے؛ کیوں کہ خلافت عثمانیہ کو توڑنے اور اسرائیل کو قائم کرنے میں اہل مغرب نے ان ہی کو آلہ کار بنایا تھا، اور آج تمام عرب حکومتیں مغرب اور اسرائیل کے سامنے سجدہ ریز ہونے کو مجبور ہیں، عجمی مسلم ممالک جیسے ترکی، افغانستان، ملیشیاء وغیرہ تو کم سے کم زبان کھولتے ہیں؛ لیکن اِن ملکوں میں زبان کو حرکت دینے کی جرات بھی نہیں ہے، اور ان کو ایسا زہر دے دیا گیا ہے کہ ان کی غیرت و حمیت بھی دم توڑ چکی ہے۔

اس کی ایک واضح مثال عرب اور اسرائیل قضیہ ہے، اسرائیل چاروں طرف سے عرب ملکوں سے گھِرا ہوا ہے، ان ہی ملکوں سے اسرائیلی جہاز گزرتے ہیں، وہ پڑوسی عرب ملکوں سے زور زبردستی سے پینے کا پانی حاصل کرتا ہے، فلسطینیوں پر کھلا ہوا ظلم کرتا ہے، بین الاقوامی قوانین کو تار تار کر رہا ہے، جب چاہتا ہے پڑوسی ملکوں پر بمباری کرتا ہے، اس کے ظلم کی وجہ سے فلسطینی فاقہ سے مر رہے ہیں، ساٹھ ہزار سے زیادہ لوگ شہید ہو چکے ہیں، جن انسانی حقوق کی امریکہ اور یورپ دہائی دیتا ہے، یہاں ہر دن ان کو پامال کیا جاتا ہے؛ لیکن فلسطین کے پڑوسی کسی مسلمان ملک کو یہ توفیق نہیں کہ وہ کم سے کم فلسطین کے مظلوموں کے لئے اپنی سرحدیں کھول دیں، ان میں سے صرف اردن اور مصر اپنی سرحدیں کھول دیتے اور خلیجی ممالک اپنی ضائع ہونے والی غذائیں فلسطین میں پہنچا دیتے تو اس طرح ان کی جانیں نہیں جاتیں اور اسرائیل کے حوصلے اتنے بلند نہیں ہوتے، اب ایک مدت کے بعد یہ خوش آئند پہلو سامنے آیا ہے کہ ایران نے اسرائیل کو ظلم سے روکنے کی کوشش کی ہے اور اس میں اس کو کسی قدر کامیابی حاصل ہوئی ہے، بجائے اس کے کہ عالم عرب اس جنگ میں ایران کے ہم نوا ہوتے اور اپنے مشترک دشمن اسرائیل کو جھکنے پر مجبور کرتے، صورت حال یہ ہے کہ یہ سب اسرائیل کو تحفظ دے رہے ہیں، سارے عرب اور خلیجی ممالک اسرائیلی فضائیہ کے لئے اپنی فضاء فراہم کر رہے ہیں، اور ایران کی طرف سے جو میزائیل اسرائیل کی طرف جاتے ہیں، ان کو روکنے میں اسرائیلیوں کی مدد کر رہے ہیں، یہ کس قدر شرمناک بات ہے!

''عذرِ گناہ بدتر از گناہ'' کے مصداق اب کچھ لوگ اس کو شیعہ سنی نزاع کا عنوان دے کر ایران کو مجرم قرار دینے اور عرب پڑوسیوں کو بے قصور قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ نہایت افسوس ناک بات ہے، یہ لڑائی شیعہ سنی کی لڑائی نہیں ہے، یہ ظالم اور مظلوم کی لڑائی ہے، اسرائیل کھلا ہوا مجرم ہے، اور فلسطین سے لے کر ایران تک پوری مسلم قوم واضح طور پر مظلوم ہے، اور فلسطینیوں پر تو ایسا ظلم کیا جا رہا ہے کہ شاید تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملے، جس نے نازیوں کی طرف سے ہونے والے یہودیوں کے ظلم کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے؛ اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمان اس صورت حال کو محسوس کریں، اس موقع پر شیعہ اور سنی اختلاف کو اُبھارنا مغرب کی سازش اور مغرب کے آلہ کار منافقین کی کوشش ہے۔

کچھ لوگ شیعہ سنی ایجنڈے کو طاقت پہنچانے کے لئے یہ کہہ رہے ہیں کہ جب فلسطین پر ظلم ہو رہا تھا تو اس وقت ایران نے کیا کچھ کیا؟ یہ ایک معقول سوال ہے؛ مگر سوال یہ ہے کہ عرب ملکوں کا جو فلسطینیوں سے دوہرا رشتہ ہے، ایک اسلامی اخوت کا اور دوسرا عربیت کا، انھوں نے اس سلسلہ میں کیا قدم اُٹھایا؟ ایران اور اس کی ہم نوا طاقتوں نے تو فلسطین قائدین کو پناہ دی، لبنان اور یمن نے ان پر میزائل داغے، ان بزدلوں سے تو یہ بھی نہیں ہو سکا، حقیقت یہ ہے کہ فلسطین سے بے اعتنائی برتنے کے مجرم سبھی مسلم ممالک ہیں؛ لیکن اس سلسلہ میں فلسطین کے پڑوسی عرب ممالک اور پٹرول کی دولت سے مالا مال خلیجی ممالک سب سے بڑے مجرم ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں تو ان کو حساب دینا ہی ہوگا؛ لیکن دنیا میں بھی بے وزنی، ناطاقتی اور رسوائی کی شکل میں ان کو اس کی سزا مل ہی رہی ہے، اور مستقبل میں بھی ملتی رہے گی۔

اسلام نے ہمیں دو بنیادی باتوں کی تعلیم دی ہے، ایک یہ کہ ہم ظالم کے مقابلہ مظلوم کا ساتھ دیں، دوسرے یہ کہ اگر دو ظالموں اور نامنصفانہ طاقتوں سے سابقہ ہو تو کم تر درجہ کو گوارا کریں اور بڑے دشمن سے دوری اختیار کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جب رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان جنگ ہوئی تو مسلمانوں کا جھکاو؟ رومیوں کی طرف تھا؛ کیوں کہ وہ توحید کے، نبوت و رسالت کے اور تصور آخرت کے قائل تھے، اور متعدد باتوں میں وہ مسلمانوں کی سوچ سے اتفاق رکھتے تھے، اس کے برخلاف ایران کے لوگ مشرکین سے قریب تھے اور کھلے ہوئے شرک میں مبتلا تھے، موجودہ حالات میں یہی رویہ قابل عمل ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان بعض بڑے اختلاف ہیں، خاص کر صحابہ کے بارے میں شیعہ حضرات کی جو سوچ ہے، وہ کسی بھی طرح قابل قبول نہیں ہے، یہ بھی ایک سچائی ہے کہ ایران کے دارالحکومت تہران میں مندر بھی ہے، چرچ بھی ہے، گرودوارہ بھی ہے اور یہودیوں کی عبادت گاہ بھی ہے، مجوسیوں کا آتش کدہ بھی ہے؛ لیکن اہل سنت کی کوئی مسجد نہیں ہے، میں نے خود یہ منظر تہران میں دیکھا ہے، یہی اعتراض اہل تشیع کو بھی سنی ملکوں پر ہے، خاص کر سعودی عرب پر، جہاں بعض شہروں میں بیس فیصد شیعہ آبادی ہے؛ مگر ان کو اپنے فرقہ کی مسجد بنانے کی اجازت نہیں ہے، یہ غیر معتدل، نامنصفانہ اور شدت پسندانہ رویہ ہے، جو مسلمانوں کے درمیان اختلاف کو بڑھاوا دینے کا سبب بن رہا ہے، اس کی ایک مثال ابھی حالیہ رمضان المبارک میں سامنے آئی کہ طالبان حکومت نے اعلان کیا کہ تراویح لازماً بیس رکعت ہی ہوگی، آٹھ رکعت پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت نہیں ہوگی، یہ حقیر خود بیس رکعت تراویح کا قائل ہے؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو لوگ دلائل کی روشنی میں آٹھ رکعت نماز کے قائل ہیں، آپ ان کو بیس رکعت پڑھنے پر مجبور کریں۔

قرآن مجید نے ملے جلے مسلم اور غیر مسلم معاشرہ کے لئے بھی یہ اصول مقرر کیا ہے کہ ہر طبقہ اپنے طریقہ پر عبادت کرے، اور دوسرے کے مذہبی معاملات میں دخل نہیں دے: لکم دینکم ولی دین (الکافرون) جہاں مسلمانوں کے مختلف فرقہ اور مسالک کے لوگ آباد ہوں، ان کے لئے بدرجہ اولیٰ یہی طریقہ ہونا چاہئے کہ ہر گروہ کو اپنی عبادت گاہ بنانے کی اجازت ہو، اور اپنے اپنے طریقوں پر عبادت کرنے کا حق ہو، جبر و اکراہ کے ساتھ وحدت پیدا کرنے کی صورت میں اتحاد کے بجائے انتشار و افتراق پیدا ہو جاتا ہے اور بحیثیت مجموعی ملت کمزور اور بے وزن ہو جاتی ہے۔

نیز یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان مشترکہ امور زیادہ ہیں بمقابلہ اختلافی امور کے، عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، وحی، آسمانی کتاب، آخرت کا تصور، اہل بیت کا احترام، اسلام کے بنیادی فرائض، محرمات اور ممنوعات، ان سب میں اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان کافی یکسانیت پائی جاتی ہے، موجودہ حالات میں اسلام مخالف دشمن طاقتیں چاہتی ہیں کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہو، وہ اپنے اصل دشمنوں کی طرف سے توجہ ہٹا لیں، اور آپس میں دست و گریباں ہو جائیں؛ اس لئے ہمیں اس پر پوری توجہ رکھنی چاہئے؛ کیوں کہ عالم اسلام میں بھی اور غیر مسلم ممالک میں بھی اس وقت ملت اسلامیہ کو سب سے بڑھ کر اتحاد کی ضرورت ہے، ہمیں اس موقع پر ایران کی پوری اخلاقی مدد کرنی چاہئے، اس کے لئے دعاء کرنی چاہئے اور اختلاف کے باوجود اتحاد کے اصول پر عمل کرنا چاہئے اور ایرانی سربراہوں سے خواہش کرنی چاہئے کہ وہ متوقع جنگ بندی کو ایران اور اسرائیل تک محدود نہ رکھیں؛ بلکہ غزہ کی جنگ بندی کو بھی اس کے ساتھ مربوط کر دیں، اس سے پورے عالم اسلام میں ایران کا وقار بڑھے گا اور مسلمانوں کی وحدت و اخوت میں اضافہ ہوگا، کاش! ایسا ہو جائے۔

Lulus The Pearls Shoppee...

Spl. in: Pearls Jewellery
Stone Necklace,
Rani Haar, Pearls,
Lac Bangles,
Stone Bangles,
Pearls Bangles Etc.

We Accept All Credit Cards
#:Shop No.9, Shujaiya Bazar,
Charminar, Hyderabad.
Ph: 040-24515253 / 8019659606

شجاعیہ ٹائمز

معلوماتی | 7 جولائی 2025ء

داستانِ حرمِ عشق رضا و تسلیم ابتداء حضرت اسماعیلؑ انتہاء حضرت حسینؓ

(شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی کتاب ''ذبح عظیم'' کے چند اقتباسات): ترجمہ آیت: ''اے میرے پروردگار مجھ کو نیک بیٹا عطا فرما۔ پس ہم نے ان کو ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ (اسمٰعیل) ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچے فرمایا اے میرے بیٹے، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تم بھی غور کرلو کہ تمہارا کیا خیال ہے (اسمٰعیل نے بلاتردد) عرض کیا اے ابا جان (پھر دیر کیا ہے) جو کچھ آپ کو حکم ہوا کر ڈالئے (جہاں تک میرا تعلق ہے) آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے (اللہ کا) حکم مان لیا اور (ابراہیم نے) ان کو ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہم نے ان کو ندا دی کہ اے ابراہیم (کیا خوب) تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکو کاروں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (بے شک باپ کا بیٹے کے ذبح کے لئے تیار ہو جانا) یہ ایک بڑی صریح آزمائش تھی (حضرت ابراہیم اس آزمائش میں پورا اترے) اور ہم نے ایک عظیم قربانی کو ان کا فدیہ (بنا) دیا۔ (الصفت، 37:100-107)۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حیات مقدسہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی وجہ سے انہیں بارگاہ خداوندی سے شرف امامت بھی عطا کیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کی راہ میں اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے خود بھی تیار ہو گئے تھے اور سعادت مند بیٹے نے بھی حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ باپ بیٹے نے تسلیم جاں کا یہ اظہار زبانی کلامی نہیں کیا بلکہ عملاً حکم کی بجا آوری کے لئے بیٹے کی قربانی کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں چھری بھی لے لی تھی۔ اس کا تفصیلی ذکر (مذکورہ کتاب میں درج ہے))، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زندگی محفوظ رہی کہ ان کی نسل پاک سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہونا تھی، خدائے بزرگ و برتر نے وفدیناہ بذبح عظیم کہہ کر اسماعیلؑ کے ذبح کو ''ذبح عظیم'' کا فدیہ قرار دیا۔ فرزندِ پیغمبر کی قربانی ہونا بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر موقوف ہوئی۔ حکمت خداوندی یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے شہادت کے لئے ان کے لخت جگر کا انتخاب عمل میں آئے گا اور ذبح اسماعیل علیہ السلام کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر سیدنا امام حسین علیہ السلام سے ذبح عظیم (کیا جائے گا))۔

ذبح اسمٰعیل اور شہادت امام حسین کا باہمی تعلق: اگر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق ذبح اسماعیلؑ سے جوڑا نہ جائے تو بات مکمل نہیں ہوتی، شہادت کا عمل ادھورا رہ جاتا ہے اور بات مکمل طور پر سمجھ میں نہیں آتی۔ حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کو صرف ''ذبح'' کے لفظ سے ذکر کیا گیا۔ ان کی جگہ مینڈھے کی قربانی ہوئی تو اسے ''ذبح عظیم'' کہا گیا۔ اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مینڈھے کی قربانی کو ذبح عظیم اور پیغمبر کے بیٹے کی قربانی کو محض ذبح کہا جائے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ذبح عظیم سے مراد کونسی قربانی ہے؟ ذبح عظیم یقیناً وہی قربانی ہوگی جو ذبح اسمٰعیل سے بڑی قربانی کی صورت میں ادا ہوگی۔

اسماعیل علیہ السلام حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرزند تھے جبکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر اور نور نظر تھے۔ قطع نظر اس کے کہ نبی اور صحابی کے مرتبے میں بہت فرق ہوتا ہے لیکن نسبت ابراہیمی سے نسبت مصطفوی یقیناً ارفع و اعلیٰ ہے علاوہ ازیں سیدنا حسین علیہ السلام کو سبط پیغمبر اور پسر بتولؑ و حیدرؓ ہونے کے ساتھ ساتھ نسبت ابراہیمیؑ بھی حاصل ہے۔ نیز شہادت امام حسین چونکہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی باب ہے اس لئے کائنات کی اسی منفرد اور یکتا قربانی کو ہی ''ذبح عظیم'' ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لہذا بڑی صداقت کے ساتھ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے ضمن میں جس ذبح عظیم کا فدیہ دیا گیا وہ ایک مینڈھا نہ تھا بلکہ وہ لخت جگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی قربانی تھی۔ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو بڑے خوبصورت شعری قالب میں ڈھالا ہے۔ (اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر معنئ ذبح عظیم آمد پسر)

ذبح عظیم کے لئے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب کیوں؟: اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذبح عظیم کا مصداق اگر امام حسینؑ ہیں تو آپ کا تعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ نہیں جو سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ یعنی وہ باپ بیٹا تھے اور یہاں بیٹا نہیں بلکہ نواسہ رسولؐ کا انتخاب ہو رہا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ذبح عظیم کا اعزاز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی بیٹے کے حصے میں آتا۔ اس ممکنہ سوال کے کئی جوابات ہو سکتے ہیں سب سے پہلا جواب تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیٹا جوانی یا بلوغت کی عمر کو پہنچا ہی نہیں، ایسا کیوں ہوا؟ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی جسکی طرف قرآن نے یوں رہنمائی فرمائی۔

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں (یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے) اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا ہے (اسے علم ہے کہ ختم رسالت اور ختم نبوت کا وقت آگیا ہے) (احزاب، 40:33)

یعنی اب وحی الٰہی کا دروازہ بند ہوتا ہے، حضور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی نہیں۔ قرآن آسمانی ہدایت پر مشتمل آخری صحیفہ ہے جو قیامت تک اللہ کے بندوں کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی جوان بیٹا ہوتا؟: آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، یہ نکتہ قابل غور ہے وہ تو اللہ کے رسولؐ ہیں اور سلسلہ انبیاء کی آخری کڑی ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس بات پر کیوں زور دیا کہ میرا رسولؐ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں یعنی یا وہ کسی جوان بیٹے کے باپ نہیں؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی جوان بیٹے کا باپ یا مخاطبین میں سے کسی مرد کا باپ ہونے والا شخص اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا مثلاً: حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے رسول تھے اور جوان بیٹوں کے باپ بھی ہیں۔ حضرت اسحٰق اللہ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد گرامی بھی ہیں۔ اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام خود نبی ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والد بھی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے پیغمبر اور حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے فرزند ارجمند۔ بنی اسرائیل میں نسل در نسل نبوت کا سلسلہ جاری رہا، پیغمبروں کی اولاد (بیٹے) بھی پیغمبر ہوئے۔ تو پھر اللہ رب العزت نے کیوں فرمایا کہ میرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، یا کسی جوان مرد کے باپ نہیں۔ آخر اس میں کیا حکمت کارفرما ہے؟ رسول ہونا کسی مرد کے باپ ہونے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدائے علیم و خبیر نے اس نکتے پر اس لئے زور دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبین ہیں۔ وہ میرے آخری نبی ہیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مرد کے باپ ہوتے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیٹا ہوتا اور وہ جوان ہوتا تو دو صورتیں ممکن ہوتیں۔

1۔ ایک یہ کہ وہ بیٹا بھی اللہ کا رسول یا نبی ہوتا جیسا کہ سابقہ انبیاء کے باب میں ہم نے دیکھا کہ اگر باپ نبی ہے تو بیٹے کو بھی خدا نے نبوت عطا کی۔

2۔ دوسری صورت یہ تھی کہ بیٹا نبی نہ ہوتا یعنی دو ہی امکانات ممکن تھے پہلی صورت میں (ختم نبوت کی بات نہ رہ جاتی))، بیٹا بھی جوان ہو کر نبی بنتا تو سلسلہ ختم نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم نہ ہوتا اور یہ بات خدا کے فیصلے کے خلاف ہوتی اس لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ختم نبوت کی صفت سے سرفراز کیا ہے۔ دوسری صورت میں اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیٹا جوان ہوتا اور نبی نہ بنتا تو دوسرے نبیوں کی امتیں طعنہ دیتیں کہ ہمارے نبی کا تو بیٹا بھی نبی تھا، ہمارے پیغمبر کا تو پوتا بھی پیغمبری کی صفت فاخرہ سے نوازا گیا، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری نسل میں نبوت تھی۔ کوئی اعتراض کر سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکارو! تمہارے پیغمبر کا تو بیٹا بھی ہوا لیکن اسے نبوت سے سرفراز نہ کیا گیا!۔ اس اعتراض میں بظاہر دوسرے انبیاء کے مقابلے میں شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک طرح کی کمی آجاتی اور اس جہت سے دیگر انبیاء فضیلت لے جاتے لیکن اللہ رب العزت کو یہ بات منظور نہ تھی جس طرح اسے یہ منظور نہ تھا کہ آمنہ کے لال کے سراقدس پر ختم نبوت کا تاج نہ سجایا جائے اسی طرح اسے یہ بھی گوارا نہ تھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی جوان بیٹا ہو اور نبوت کی سعادت سے محروم رہے، ظاہراً ہی سہی خدا کو کسی حوالے سے بھی یہ بات منظور نہ تھی کہ کوئی پیغمبر فضیلت میں (حبیب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)) سے بڑھ جائے اس کی مثال یوں ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے محبوب فرما دیں ان کافروں اور مشرکوں کو جو کبھی عیسیٰ کو میرا بیٹا سمجھتے ہیں اور کچھ عزیر کو میرا فرزند قرار دیتے ہیں۔

آپ (ان احمقوں سے) کہیے کہ اگر (خدائے) رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوں۔ (الزخرف، 43 : 81)۔

مدعا یہ ہے کہ اگر کوئی اللہ کا بیٹا ہوتا تو میں اس کی عبادت نہ کرتا؟ اللہ کی شان کا تقاضا ہوتا کہ اس کا بیٹا بھی الوہیت کا حامل ہوتا۔ اگر رب کا بیٹا ہو کر رب نہ بنتا تو اس کی فضیلت میں کمی آجاتی۔ لوگ طعنہ دیتے کہ خدا کا بیٹا ہو کر خدا نہ بن سکا۔ اسی طرح اگر (نعوذ باللہ) کوئی خدا کا بیٹا ہوتا اور وہ بھی الوہیت کے منصب میں اللہ تعالی کا شریک ہوتا تو ظاہر ہے باپ کے ساتھ خدائی میں شراکت دار ہوتا، اور یوں تصور توحید ختم ہو جاتا۔ اس لئے فرمایا: (اے نبی مکرم) آپ فرما دیجئے وہ اللہ ہے جو یکتا ہے! اللہ سب سے بے نیاز ہے، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔ (الاخلاص، 112)

اللہ جل شانہ نے اس مختصر سورہ پاک میں عقیدہ توحید کی تمام جزئیات اور شرک کی ممکنہ شکلوں کو باطل قرار دیا، عقائد اسلامیہ کا یہ خوبصورت خلاصہ اپنے اعجاز و اختصار کے باوجود اتنا جاندار ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ اخلاص کو قرآن کا تیسرا جزو قرار دیتے ہوئے فرمایا جس نے تین مرتبہ اس سورت کو پڑھا گویا اس نے پورا قرآن پڑھ لیا۔ (متفق علیہ)

(بقیہ صفحہ 4 پر)

حلقۂ ذکر الٰہی، تعلیمات اسلامی و دینی تربیتی مجالس

بروز جمعرات

☆ بعد عصر تا مغرب: حلقۂ ذکر جہری و وعظ (بمقام درگاہ حضرت سیدنا میر شجاع الدین صاحب قبلہ رحمت اللہ علیہ، عیدی بازار حیدرآباد)۔

بروز جمعہ

☆ 2-00 تا 3-00 بجے: خطاب علامہ مولانا سید شاہ عبیداللہ قادری آصف پاشاہ صاحب قبلہ (بمقام جامع مسجد شجاعیہؒ، چارمینار حیدرآباد) نماز جمعہ بوقت 3-15 بجے

☆ بعد نماز جمعہ: مجلس درود و ذکر، نذرانۂ سلام بحضور خیر الانام ﷺ۔

بروز ہفتہ

☆ دینی تربیتی کیمپ

بعد مغرب تا اتوار کی عشاء

ذکر و اذکار، وظائف و درود، فقہی و بنیادی مسائل، تذکرۃ الاولیاء، مراقبہ، پنجگانہ نمازوں کے علاوہ تہجد و اشراق کی عملی تربیت (بمقام خانقاہ شجاعیہؒ)

بروز اتوار

☆ دوپہر 2 تا 3 بجے: حلقۂ ذکر، درس حدیث، خطبات غوث الاعظمؓ فقہی مسائل، تذکرۃ الاولیاء۔

بروز پیر

☆ بعد نماز مغرب تا عشاء حلقہ ذکر و درس بمقام بارگاہ حضرت حافظ سید عبداللہ شاہ شہیدؒ عیدی بازار، حیدرآباد۔

بروز منگل

☆ مغرب تا عشاء: درس تصوف، سوال وجواب (بمقام خانقاہ شجاعیہؒ)

☆ بعد گیارہ روزہ محافل

روزانہ: بعد نماز مغرب ذکر جہری (بمقام خانقاہ شجاعیہؒ، عقب جامع مسجد شجاعیہ چارمینار، حیدرآباد۔

زیر نگرانی و زیر سرپرستی

حضرت العلامہ مولانا

سید شاہ عبیداللہ قادری آصف پاشاہ صاحب قبلہ

سجادہ نشین بارگاہ شجاعیہؒ، متولی و خطیب جامع مسجد شجاعیہؒ، چارمینار حیدرآباد۔

زیر انتظام:

انجمن خادمین شجاعیہؒ آندھرا پردیش

040-66171244

تصانیف شعبہ نشر و اشاعت انجمن خادمین شجاعیہ

☆ کشف الخلاصہ ☆ مناجات ختم قرآن مجید ☆ دینی تعلیمی نصاب

☆ خطبات شجاعیہؒ ☆ سیرت شجاعیہؒ ☆ مناقب شجاعیہؒ

☆ دل کی بیماریاں اور ان کا علاج ☆ رسالہ فضائل رمضان ☆ اوراد و وظائف

Books of Shujaiya Anjuman-e-Khadimeen

☆Kashful Qulasa ☆Munajat-e-Khatm-e-Quran ☆Deeni Taleemi Nisab ☆Qutbat-e-Shujaiya ☆Seerat-e-Shujaiya ☆Manaqab-e-Shujaiya ☆Dil Ki Bimariyan aur inka Ilaaj

Books Available at : کتابیں حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں

#:Khanqahe Shujaiya, Backside Jama Masjid Shujaiya Charminar Hyderabad. **PH:040-66171244**

معلوماتی

شجاعیہ ٹائمز

7جولائی 2025ء

سورة الاعراف

.1 اللہ اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے بیزاری (ودست برداری) کا اعلان ہے ان مشرک لوگوں کی طرف جن سے تم نے (صلح وامن کا) معاہدہ کیا تھا (لیکن اُنہوں نے معاہدہ توڑتے ہوئے حالتِ جنگ کو پھر بحال کر دیا) .o2 پس (اے مشرکو!) تم زمین میں چار ماہ (تک) گھوم پھرلو (اس مہلت کے اختتام پر تمہیں جنگ کا سامنا کرنا ہوگا) اور جان لو کہ تم اللہ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے اور بیشک اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے .o3 (یہ آیات) اللہ اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے تمام لوگوں کی طرف حجِ اکبر کے دن اعلانِ (عام) ہے کہ اللہ مشرکوں سے بے زار ہے اوراس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی (ان سے بری الذمّہ ہے)، پس (اے مشرکو!) اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ تم ہرگز اللہ کو عاجز نہ کرسکو گے، اور (اے حبیب!) آپ کافروں کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیں o

.6 اور اگر مشرکوں میں سے کوئی بھی آپ سے پناہ کا خواست گار ہو تو اسے پناہ دے دیں تا آنکہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر آپ اسے اس کی جائے امن تک پہنچا دیں، یہ اس لئے کہ وہ لوگ (حق کا) علم نہیں رکھتے o

.7 (بھلا) مشرکوں کے لئے اللہ کے ہاں اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاں کوئی عہد کیوں کر ہوسکتا ہے؟ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجدِ حرام کے پاس (حدیبیہ میں) معاہدہ کیا ہے سو جب تک وہ تمہارے ساتھ (عہد پر) قائم رہیں تم ان کے ساتھ قائم رہو۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے .o7 (بھلا) مشرکوں کے لئے اللہ کے ہاں اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاں کوئی عہد کیوں کر ہوسکتا ہے؟ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجدِ حرام کے پاس (حدیبیہ میں) معاہدہ کیا ہے سو جب تک وہ تمہارے ساتھ (عہد پر) قائم رہیں تم ان کے ساتھ قائم رہو۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے 9.o انہوں نے آیاتِ الٰہی کے بدلے (دنیوی مفاد کی) تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی پھر اس (کے دین) کی راہ سے (لوگوں کو) روکنے لگے، بیشک بہت ہی برا کام ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں o

حدیث شریف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بظاہر تو پراگندہ بال اور غبار آلود (یعنی نہایت خستہ حال اور پریشان صورت) نظر آتے ہیں جن کو (ہاتھ یا زبان کے ذریعہ) دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے لیکن وہ (خدا کے نزدیک اتنا اونچا درجہ رکھتے ہیں کہ) اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو یقیناً پورا کرے۔" (مسلم)

" جن کو دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے" اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ لوگ واقعتاً دنیا داروں کے دروازوں پر جاتے ہیں ان کو وہاں سے دھکیلا جاتا ہے کیونکہ جو لوگ اللہ کے لئے دنیا کی ظاہری زینت وعزت کی چیزوں سے دور رہتے ہیں، ان کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ کوئی ایسا کام کریں گے جس سے ذلت اٹھانا پڑے، بلکہ اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی روحانی عظمتوں کا راز ان کی شکستہ حالی میں پوشیدہ ہوتا ہے اور ان کا ظاہر، ان کے باطن کا اس حد تک سرپوش ہوتا ہے کہ اگر بالفرض وہ کسی کے گھر جانا چاہیں تو لوگوں کی نظر میں ان کی کوئی قدر ومنزلت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو دروازہ ہی پر روک دیا جائے مکان میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ دروازوں سے دھکیلے جاسکتے ہیں تو ان کو مجلسوں اور محفلوں میں آنے سے بطریق اولی روکا جا سکتا ہے اور اس میں حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ ان کی حقیقت لوگوں پر ظاہر ہو اور وہ ایسی حالت میں رہیں جس سے لوگ ان کی طرف مائل وملتفت ہوں، تاکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے کوئی انس ورغبت نہ ہو۔ پس حقیقت میں اللہ تعالیٰ ان پاک نفس بندوں کو دنیا داروں اور ظالموں کے دروازوں پر کھڑے رہنے اور ان کے حرام مال کے کھانے پینے سے محفوظ رکھتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص اپنے مریض کو آب وہوا اور نقصان دہ غذاؤں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے مولیٰ کے در کے علاوہ اور کسی دروازے پر حاضری نہیں دیتے اور اپنے کمال استغناء اور بے نیازی کی وجہ سے اپنے پروردگار کے علاوہ کسی دوسرے کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔

"اور اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں الخ" کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اللہ پر اعتماد کرکے اور اس کی قسم کھا کر یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا یا فلاں کام نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کرتا ہے بایں طور کہ ان کے کہنے کے مطابق اس کام کو کرتا ہے یا نہیں کرتا۔

اہل بیت اطہارؓ سے محبت ایمان کا جزء

اَہلِ بیتِ اَطہار کی محبت واجب ہے"فرما دیجیے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (میری) قرابت (اور اللہ کی قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)''۔ اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت میں شامل فرمایا اور اپنی بندگی، عبادت اور طاعت کے ساتھ ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی غلامی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کے رشتے میں منسلک کیا۔ آقا علیہ السلام کی محبت کے باب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ مظاہر بنائے ہیں اور اہل بیت اطہار اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی محبت کو اہم ترین مظاہرِ ایمان اور مظاہرِ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں شامل فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی قرابت اور اپنی اہل بیت کی محبت کو ہمارے اوپر فرض وواجب قرار دیا ہے اور یہ وجوب مذکورہ حکم الٰہی سے ثابت ہے۔ حضور علیہ السلام نے تبلیغ رسالت کے ذریعے ہم پر جو احسان فرمایا اس پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہم سے کوئی اجر طلب نہیں فرمایا سوائے اِس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اہل بیت اور قرابت سے محبت کریں۔ یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قرابت سے محبت کا جو حکم دیا، یہ اجر بھی آقا علیہ السلام بدلہ کے طور پر اپنے لئے طلب نہیں فرمارہے بلکہ یہ بھی ہمارے بھلے کے لیے ہے۔ اِس سے ہمیں ایمان وہدایت کا راستہ بتا رہے ہیں، ہمارے ایمان کو جِلا بخش رہے ہیں اور اہل بیت وقرابت کی محبت کے ذریعے ہمارے ایمان کی حفاظت فرمارہے ہیں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس فرمان کے ذریعے ہماری ہی بھلائی کی راہ تجویز فرمارہے ہیں۔

اہلِ قرابت کون ہیں؟

اہل بیت کی عظمت وشان میں بہت سی آیات ہیں، مگر اُن کی محبت کا ہم پر فرض ہونا مذکورہ آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے۔ جملہ آئمہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس آیت میں جن کی محبت فرض کی گئی ہے وہ قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپ کی قرابت والے وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ، اوراس کے دونوں بیٹے (حسن اور حسین)ا''۔

امام احمد بن حنبل روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ"جب مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل قرابت سے کون لوگ مراد ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رضی اللہ عنہم''۔ یعنی صحابہ کرام کے پوچھنے پر آقا علیہ السلام نے اس آیت مبارکہ کی خود تفسیر کی اور امت پر واضح فرما دیا کہ ان پر کن کن کی مؤدت اور محبت واجب وفرض ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا: یعنی اللہ سے محبت کرو اِس وجہ سے کہ اُس نے تمہیں بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا، وہ تم سے محبت کرتا ہے، تم پر شفقت، بے حساب رحمت، کرم اور لطف وعطاء فرماتا ہے۔ صبح وشام تم اُس کی نعمتوں اور رحمتوں کے سمندروں میں غوطہ زن رہتے ہو، تم پر اللہ کی نعمتوں کی موسلا دھار بارش رہتی ہے، اِس کی وجہ سے اللہ سے محبت کیا کرو۔ پھر فرمایا: اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کی وجہ سے، اس لئے کہ اللہ کی محبت میری محبت کے بغیر نہیں ملتی۔ میری محبت ہی اللہ کی محبت کا راستہ، واسطہ، ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ لہذا مجھ سے محبت کرو، تاکہ تم اللہ سے محبت کرسکو۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ کی محبت کا راستہ بتایا ہے۔ اور پھر فرمایا: میری اہل بیت سے محبت کرو تا کہ تمہیں میری محبت مل سکے۔ میری محبت کے حصول کے لئے میری اہل بیت سے محبت کرو اور اللہ کی محبت کے حصول کے لئے مجھ سے محبت کرو۔

حسنین کریمین سے محبت میں امت کیلئے پیغام

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم والہانہ محبت کا اظہار فرماتے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حسنین کریمین سے محبت کا والہانہ وبے ساختانہ اظہار بغیر کسی مقصد کے تھا؟ نہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ اس والہانہ اندازِ محبت میں بھی امتِ مسلمہ کے لئے ایک پیغام ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام ایک روز سیدنا امام حسین کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر چل رہے تھے تو ایک شخص نے دیکھا تو دیکھتے ہی اُس نے کہا اے بیٹے مبارک ہو، کتنی پیاری سواری تمہیں نصیب ہوئی ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تمہیں سواری کا اچھا ہونا نظر آرہا ہے مگر یہ بھی تو دیکھو کہ سوار کتنا پیارا، خوبصورت اور اعلیٰ ہے۔ یہاں ایک نکتہ کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ حدیث مبارکہ سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ یہ واقعہ گھر کے اندر کا نہیں ہے۔ یعنی گھر کی چار دیواری کا نہیں بلکہ باہر کا ہے، اسی لئے ایک غیر شخص آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس عملِ مبارک پر اظہار خیال کررہا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گلی میں لے کر چل رہے تھے۔ اب ایک طرف آقا علیہ السلام کے مرتبہ، شان، عظمت، جلالت اور قدر بھی ذہن میں رکھیں اور یہ عمل بھی دیکھیں۔ ہم یہ کام نہیں کرتے، اپنا بیٹا ہو، پوتا ہو، نواسا ہو، نواسی ہو، جس سے بہت پیار ہو، اسے کندھے پر اٹھا کر گلی میں نہیں چلتے بلکہ شرماتے ہیں حالانکہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں ایک حقیقت بھی بیان فرمائی اور ایک دعا بھی دی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے، اللہ اُس سے محبت کرتا ہے اور اِس میں آقا علیہ السلام نے دعا بھی کی کہ اللہ اُس سے محبت کر جو میرے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔

آئمہ کرامؒ کی محبتِ اہلِ بیتؓ

امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اہل بیت سے اتنی شدید محبت کرتے اور ائمہ اطہار اہل بیتؓ کی اتنی تکریم کرتے کہ لوگوں نے اُن پر شیعہ ہونے کا طعنہ کیا اور اُن کو شیعہ کہتے۔ اگر محبت اہل بیت کی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ شیعہ ہوگئے تو پھر سنی کون بچا ہے؟۔ امام شافعیؒ کو بھی محبت اہل بیت کی وجہ سے لوگ شیعہ اور رافضی کہتے تھے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر محبت اہل بیت کا نام شیعہ ہونا ہے تو مجھے یہ تہمت قبول ہے۔ اگر امام شافعی شیعہ ہیں تو پھر باقی سنی کون بچا ہے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اہل بیت اطہار کے لیے بڑی تعظیم وتکریم تھی۔ اللہ رب العزت ہمیں اہل بیت اطہار کی محبت وتمسک عطا فرمائے، اُن کے طفیل آقا علیہ السلام کی محبت تک پہنچائے اور آقا علیہ السلام کی محبت کے صدقے سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

داستانِ حرم عشق رضا و تسلیم ابتداء حضرت اسماعیلؑ انتہاء حضرت حسینؓ

(بقیہ صفحہ 2 کا)-------

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان کی وفات : حضور کے صاحبزادگان کی بچپن میں وفات کی حکمت جس طرح اس سورہ مبارکہ میں بیان کئے جانے والے مضامین کا خلاصہ یہی ہے کہ اللہ تعالی وحدہ لاشریک ہے، وہ بے نیاز ہے، اس کا کوئی بیٹا نہیں، اگر اس کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ بھی خدا ہوتا اور یہی یہ شرک ہوتا اور اس کی وحدانیت پر حرف آتا۔ توحید، توحید نہ رہتی۔ جس طرح توحید الوہیت نے رب کو بیٹے سے پاک رکھا اسی طرح شان ختم نبوت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جوان بیٹے سے علیحدہ رکھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی جوان بیٹا ہوتا تو وہ بھی پیغمبر ہوتا اور اگر پیغمبر نہ ہوتا تو (نعوذ باللہ) شان رسالت میں کمی آتی اور پیغمبر ہوتا تو ختم نبوت کی شان ختم ہوجاتی۔ حدیث پاک میں آتا ہے،

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے تھے بچپن ہی میں وفات پا گئے لیکن ان کی عمر باقی صاحبزادگان حضرات سے نسبتاً زیادہ تھی۔

1۔ ان کی وفات پر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا ان کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی ہے اور اگر زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔ (سنن ابن ماجہ: 108)

2۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی انہی کے بارے میں کہتے ہیں۔ آپ (حضرت ابراہیم) صغرسنی میں وصال فرما گئے اور اگر یہ فیصلہ قدرت کا ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے یہ صاحبزادے زندہ ہوتے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح البخاری، 2:914) 3۔ اسی طرح مسند احمد میں روایت ہے: حضرت سدیؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو وہ اللہ کا سچا نبی ہوتا۔ (مسند احمد بن حنبل، 3:133) صحیح بخاری اور دیگر کتب صحاح کی روایات سے معلوم ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو زندہ رکھا جاتا۔ انہیں بچپن ہی میں موت کی آغوش میں اس لئے دے دیا گیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کو نہیں آنا تھا۔

(ابوالانبیاء)) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو دعائیں مانگی تھیں ایک یہ کہ باری تعالیٰ میری ذریت سے خاتم الانبیاء پیدا فرما۔ دوسرے میری ذریت کو منصب امامت عطا کر چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں نبی آخرالزماں تشریف لے آئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہوجانے کے بعد اب یہ لازمی تقاضا تھا کہ حضور رحمت کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا فیض اب امامت و ولایت کی شکل میں آگے چلے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں ولایت بھی آگئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا صلبی بیٹا نہ تھا۔ سو اب نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض اور امامت و ولایت مصطفویؐ کا مظہر تھا اسلئے ضروری تھا کہ یہ کسی مقدس اور محترم خاندان سے چلے۔ ایسے افراد سے چلے جو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلبی بیٹا تو نہ ہو مگر ہو بھی جگر گوشہء رسولؐ، چنانچہ اس منصب عظیم کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاڈلی بیٹی خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو (مختار کل)) نے چن لیا۔

یہ وہی گھر والے ہیں جب یہ آیت (مباہلہ) کہ ’’ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں،، نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ (الصحیح المسلم، 2:278)۔ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عیسائیوں کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ: ☆ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو لاؤ۔ ☆ ہم اپنی ازواج کو لاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ۔ بیٹوں کو لانے کا وقت آیا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ☆ امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہ کو پیش کردیا۔ ☆ عورتوں کا معاملہ آیا تو حضرت فاطمہ کو پیش کردیا اور اپنی جانوں کو لانے کی بات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ علی رضی اللہ عنہ کو لے آئے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کے درجے پر رکھا۔ آیت اور حدیث مبارکہ کے الفاظ پر غور فرمائیں آیت کریمہ میں فرمایا جارہا ہے کہ ’’آجاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی (ایک جگہ پر) بلا لیتے ہیں‘‘۔ (آل عمران 3:61)

ذبح عظیم: وہ ذبح اسماعیل جس کا فدیہ ذبح عظیم سے کردیا گیا تھا بعثت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچنے والا تھا۔ امامت اور ولایت کی دعائے ابراہیمی کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ اجرا ہو رہا تھا۔ اب اس وجود مسعود کی شہادت کا وقت قریب آگیا تھا جسے ذبح اسماعیل کا مظہر بنایا گیا تھا یعنی کربلا کے میدان میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم قربانی، ذبح عظیم کا منظر پیش کرنے والی تھی۔

میدان کربلا میں خاندان رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس خون سے روشن ہونے والے چراغوں کا منظر شام غریباں کے اندھیروں میں اترنے والا تھا۔ مٹتی ہوئی قدروں کو خون حسین رضی اللہ عنہ سے نئی توانائی عطا ہونے والی تھی۔ ازلی صداقتوں کے تحفظ کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے خون سے افق عالم پر حریت فکر کا نیا عہد نامہ تحریر کرنے والے تھے۔ شہید کربلا۔۔۔ فضیلت کا عمامہ بھی جن کے سر اقدس پر باندھا گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبوبیت کی دستار سے بھی جنہیں نوازا، عظمت کی خلعت بھی عطا ہوئی اور شہادت کا پیرہن بھی جن کا مقدر بنا۔ اس لئے کہ اس عظیم انسان کی قربانی کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی قرار دیا جاسکے۔ (فرمان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوا)): ☆ حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (جامع الترمذی، 2:218)۔ ☆ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں مجھے بے چین کردیتی ہے ہر وہ چیز جو اسے بے چین کرتی ہے اور مجھے خوش کرتی ہے ہر وہ چیز جو اسے خوش کرتی ہے قیامت کے روز تمام نسبی رشتے منقطع ہوجائیں گے ماسوا میرے نسبی، قرابت داری اور سسرالی رشتے کے۔ (مسند احمد بن حنبل، 4 : 323)، (المستدرک، 3:158)۔ ☆ حضرت یعلی بن مرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ (جامع الترمذی، 2:219)۔ (ایسی بے شمار روایات ہیں جن سے حسنین کریمین کا تعلق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وفضائل ومناقب کا علم ہوتا ہے اور یہی وہ شہزادے ہیں جن کو رب کائنات نے فیضان مصطفویٰ کے وہ چشمے عطاء کیے جو تا قیام قیامت اور حوض کوثر تک جاری رہیں گے))۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ ہی میں شہادت عالی مقام امام حسین سے متعلق اظہار فرمادیا تھا: **حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمان مبارکہ میں آنسو:** ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام کے چشمان مقدس سے آنسو رواں تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کیا بات ہے چشمان مقدس سے آنسو رواں ہیں؟ فرمایا کہ مجھے ابھی ابھی جبرئیل خبر دے گیا ہے کہ: آپ کی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیٹے حسین کو اس سرزمین پر قتل کردے گی جس کو کربلا کہا جاتا ہے۔ (المعجم الکبیر، 3:109، ح:2819)۔

جس دن یہ مٹی سرخ ہوجائے گی: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر پہلے ہوچکا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسین کو عراق میں قتل کردیا جائے گا۔ اور یہ کہ جبرئیل نے کربلا کی مٹی لاکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے (ام سلمہؓ) جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو جان لینا کہ میرا یہ بیٹا قتل ہوگیا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس مٹی کو بوتل میں رکھ دیا تھا اور وہ ہر روز اس کو دیکھتیں اور فرماتیں اے مٹی! جس دن تو خون ہوجائے گی وہ دن عظیم ہوگا۔ (الخصائص الکبری، 2:125) (المعجم الکبیر للطبرانی، 3:108)۔

10 محرم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب: (متذکرہ احادیث میں بیان ہوا) کہ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کربلا کی مٹی دے کر فرمایا ’’ام سلمہ رضی اللہ عنہا! یاد رکھنا اور دیکھتے رہنا کہ جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا میرا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگیا ہے‘‘۔ (گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں تھا کہ ام سلمہؓ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے وقت باحیات ہوں گی) ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے وہ مٹی سنبھال کر رکھی حتی کہ ہجری کے 60 برس گزر گئے، 61 کا ماہ محرم آیا۔ 10 محرم الحرام کا دن تھا دوپہر کا وقت تھا میں لیٹی ہوئی تھی خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے ہیں، ان کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، سر انور اور ریش مبارک خاک آلودہ ہے، میں پوچھتی ہوں یا رسول اللہ! یہ کیفیت کیا ہے؟ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے ہوئے فرماتے ہیں ام سلمہ! میں ابھی ابھی حسین کے مقتل (کربلا) سے آرہا ہوں، حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر دیکھ کر آیا ہوں، ادھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور ادھر مکہ معظّمہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دوپہر کا وقت تھا میں لیٹا ہوا تھا۔ خواب دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں، پریشان حال ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے، اس شیشی میں خون ہے میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خون کیسا ہے فرمایا! ابن عباس! ابھی ابھی مقتل حسین سے آیا ہوں یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے، آج سارا دن کربلا میں گزرا۔ کربلا کے شہیدوں کا خون اس شیشی میں جمع کرتا رہا ہوں۔ (اللہ اکبر))۔

اگر کوئی سوال کرنے والا یہ سوال کرے کہ 72 شہیدوں کا خون ایک شیشی میں کیسے سما سکتا ہے تو جواب محض یہ ہوگا کہ جس طرح 1400 صحابیوں کے غسل کا پانی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک لوٹے میں بند ہوگیا تھا یا پندرہ سو صحابہ کا کھانا ایک ہنڈیا میں سما گیا تھا اسی طرح 72 شہداء کا خون بھی ایک شیشی میں سما (گیا)۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت سلمی کہتی ہیں: میں حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا ’’آپ کیوں رو رہی ہیں؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر انور اور داڑھی مبارک پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کیا ’’یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا بات ہے؟ (یہ گرد و غبار کیسا ہے) آپ نے فرمایا ’’میں نے ابھی ابھی حسین رضی اللہ عنہ کو شہید ہوتے دیکھا ہے‘‘۔ (سنن، ترمذی، ابواب المناقب)۔

((یقیناً جب آقائے دو جہاں کے چشمان مبارک سے آنسو بہے ہونگے تو وہ وقت کیا ہوگا اور کیا اس وقت کی المناکی ہوگی اس کا ادراک ناقابل فہم ہے چنانچہ جس دن ’’ذبح عظیم‘‘ سانحہ کربلا کا واقعہ پیش آیا اور نواسۂ رسول کے بشمول دیگر اہل بیت اطہار کے پھول شہید کردیئے گئے اس وقت اور اس کے کئی دنوں تک ارض وسماء کے حالات متغیر، کیفیات مضطرب اور غم ناکی کے مناظر چھائے رہے جن سے متعلق مستند کتابوں میں بے شمار روایت محفوظ ہیں))

محدثین بیان کرتے ہیں کہ امام عالی مقام کی شہادت پر نہ صرف دنیا روئی، زمین و آسمان نے بھی آنسو بہائے، شہادت حسین پر آسمان بھی نوحہ کناں تھا انسان تو انسان جنات نے بھی مظلوم کربلا کی نوحہ خوانی کی۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے وقت بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے سے خون نکلا، شہادت حسین کے بعد ملک شام میں بھی جس پتھر کو ہٹایا گیا اس کے نیچے سے خون کا چشمہ ابل پڑا۔ محدثین کا کہنا ہے کہ شہادت حسینؑ پر پہلے آسمان سرخ ہوگیا۔ پھر سیاہ ہوگیا۔ ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے یوں لگتا تھا جیسے کائنات ٹکرا کر ختم ہوجائے گی یوں لگا جیسے قیامت قائم ہوگئی ہو دنیا پر اندھیرا چھا گیا۔ امام طبرانی نے ابوقبیل سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ: جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو سورج کو شدید گہن لگ گیا حتی کہ دوپہر کے وقت تارے نمودار ہوگئے یہاں تک کہ انہیں اطمینان ہونے لگا کہ یہ رات ہے۔ (مجمع الزوائد، 9 : 197)، (معجم الکبیر، ح:2838)۔ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں جمیل بن زید سے روایت کی ہے انہوں نے کہا! جب حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو آسماں سرخ ہوگیا‘‘۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ تاریخ انسانی کا ایک ایسا غیر معمولی سانحہ ہے کہ پیغمبر کے پیروکاروں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو بیدردی سے شہید کرکے اس کا سر اقدس نیزے پر سجایا۔ یہی نہیں خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادوں اور اصحاب حسینؓ کو بھی اپنے انتقام کا نشانہ بنا کر انہیں (بھی شہید کردیا گیا))۔ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ ایک فاسق اور فاجر (یزید)) کی بیعت کرکے دین میں تحریف کے مرتکب نہیں ہوئے تھے، انہوں نے اصولوں پر باطل کے ساتھ سمجھوتے سے صاف انکار کردیا تھا۔ انہوں نے آمریت اور ملوکیت کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کردیا تھا، انہوں نے انسان کے بنیادی حقوق کے غاصبوں کی حکومت کی توثیق کرنے کی بزدلی نہیں دکھائی تھی۔ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ اور ان کے 72 جان نثاروں کے خون سے کربلا کی ریت ہی سرخ نہیں ہوئی، بلکہ اس سرخی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا (اور کربلا میں واقع ہونے والی قربانی نے راضی بارضاء کے اسوہ ابرہیمؑ و اسمعیلؑ کو تازہ کیا بلکہ ’’ذبح عظیم‘‘ کی تکمیل کے ساتھ دین مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ کردیا۔

Edited, Printed, Published & Owned by : Syed Shah Obaidullah Qadri, Managing Editor: S.M.Ibrahim Qadri, Sub-Editor: Syed Baquar
Print at: Aijaz Printing Press S.No. 22-8-81, Chatta Bazar, Hyderabad. Published from:Office Shujiya Times D.No.22-5-918/15/A, Charminar Hyderabad-2. PH:66171244,Tel/Fax:24515253, Email:shujaiyatimes@yahoo.com, Facebook:Shujaiyatimes.HYD Website: www.shujaiya.com